بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

قرات خلف الامام کا مسئلہ

امام کے پیچھے مقتدی قرأت کرے یا نہیں

اہل سنت والجماعت دیوبند

قرأت خلف الامام کا مسئلہ

(امام کے پیچھے مقتدی قرأت کرے یا نہیں)

تالیف

محترم جناب حبیب الدین صاحب

سابق لکچرار جامعۃ الملک عبدالعزیز جدہ

حال فیکلٹی نیویارک انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی

تصحیح وتخریج

مفتی محمد مکرم محی الدین حسامی قاسمی

(استاذ دارالعلوم حیدرآباد)

﴿جملہ حقوق محفوظ﴾

نام کتاب	:	قرأت خلف الامام کا مسئلہ
تالیف	:	محترم جناب حبیب الدین صاحب
تصحیح وتخریج	:	مفتی محمد مکرم محی الدین حسامی قاسمی
کمپیوٹر وکمپوزنگ	:	حافظ محمد عبد المقتدر عمران
صفحات	:	24
ایڈیشن	:	(طبعِ اول)
قیمت	:	20روپے

﴿ملنے کے پتے﴾

ہدیٰ بک ڈسٹری بیوٹرس پرانی حویلی حیدرآباد

فون نمبر:24514892,24411637

مفتی محمد مکرم محی الدین حسامی قاسمی

23-2-26 مغلپورہ، حیدرآباد

جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد

فون نمبر:9704095041

فہرست مضامین

صفحہ نمبر

پیش لفظ	5
علمی تحقیق کا معیار اور عوام کا کام	6
زیر بحث مسئلہ کی قرآنی دلیل	7
احادیث سے استدلال	9
پہلی دلیل	9
دوسری دلیل	11
تیسری دلیل	12
چوتھی دلیل	13
اقوالِ صحابہ	14
ستر بدری صحابہ کا فتوی	15
ائمہ اربعہ کا موقف	15
کسی امام کے ہاں قرأت واجب نہیں	16
شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا فتوی	16
شیخ البانی کا فتوی	17
غیر مقلدین کی ایک مشہور دلیل	18
سرکار کی آخری نماز سے فیصلہ	21
محاکمہ یا نتیجہ	22

(فرمانِ خداوندی)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحمت ہو

(فرمانِ رسول)

اور جب امام قرأت کرنے لگے تو تم خاموش رہو......جس شخص کا کوئی امام ہو تو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے

(حضرت علیؓ)

امام کے پیچھے قرأت کرنے والا فطرت سے برطرف ہے

(شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ)

جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کرنا بے دلیل اور کتاب وسنت اور تعامل صحابہ کے خلاف ہے اور سری نمازوں میں مقتدی پر قرأت فاتحہ وسورۃ واجب نہیں

(شیخ ناصر الدین البانیؒ)

جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کرنا منسوخ ہے

پیش لفظ

محترم جناب حبیب الدین صاحب ایک ستھرا علمی ذوق رکھنے والی شخصیت ہیں ، اکابر محقق علماء کی اردو کتابوں سے خوب استفادہ کرتے ہیں ، باتوفیق علماء ربانیین کی اردو تفاسیر ،شروحاتِ حدیث اور فقہی رسائل سے نہ صرف اپنا دامن مراد بھرتے ہیں بلکہ اس کی اشاعت وتبلیغ کا فریضہ بھی انجام دیتے ہیں ،علماء سلف اور ائمہ اربعہ کے تعلق سے پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کرنے میں کوشاں رہتے ہیں ،اہل علم سے ربط وتعلق کا مزاج رکھتے ہیں ،تحریر وانتخاب میں داعیانہ رنگ غالب ہے خالص مناظرانہ زبان سے گریز ہے۔

چند سال قبل موصوف نے طہارت ونماز سے متعلق قرآن وحدیث کے حوالوں سے بہت سارے مسائل یکجا کئے تھے ،بندہ نے ان کی خواہش پر استاذ محترم فقیہ العصر مولانا مفتی محمد جمال الدین صاحب قاسمی صدر مفتی جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد کی نگرانی میں یہ کام آگے بڑھایا تھا جو تقریباً چھ سو صفحات پر مکمل ہوا تھا، کتاب کے شروع میں حضرت مفتی صاحب کا مبسوط ومعلومات افزاء قیمتی مقدمہ بھی شامل ہے، جناب حبیب الدین صاحب ہی نے اس کی اشاعت کی ذمہ داری لی تھی اور بحمد للہ تعالی اب تک اس کے دو ایڈیشن شائع کر چکے ہیں ،اس کے بعد انھوں نے علیحدہ طور پر ''رفع یدین کے مسئلہ'' پر بھی ایک رسالہ ترتیب دیا تھا جو بندہ کی ترتیب واضافوں کے ساتھ شائع کیا گیا تھا، ابھی تازہ طور پر جناب موصوف نے قرأت خلف الامام کے مسئلہ پر مختلف مستند اردو کتابوں سے نہایت مفید مواد ترتیب دیا ،جس میں قرآن وحدیث اور اقوالِ سلف کو حکیمانہ اسلوب میں پیش کیا گیا ہے ، یہ مواد ،ایک عام فہم رکھنے والے موافق ومخالف ہر دو کو مطمئن کرنے والا ہے ،بندہ نے ان کے رسالہ پر نظرِ ثانی کی ہے اور حوالہ جات کی تخریج کی ہے، اللہ تعالی موصوف کی اس کاوش کو مقبول فرمائے اور اس کے نفع کو عام فرمائے۔

محمد مکرم محی الدین

۳/ربیع الاول ۱۴۳۶ھ

م ۲۶/ڈسمبر ۲۰۱۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج کل کچھ لوگ ایک جماعت بنا کر ان مسائل کو جو برسوں پہلے طئے ہو چکے ہیں، دوبارہ عوام کے سامنے لا کر ان میں اختلافات پیدا کر رہے ہیں، حالانکہ یہ نہ کوئی نئے مسائل ہیں اور نہ نئی تحقیق، بہت پہلے ہی علماء کرام اس بحث سے فارغ ہو چکے ہیں، اس کے باوجود یہ حضرات عوام میں غلط فہمیاں پیدا کرتے ہیں کہ تمہاری نمازیں ہوتی ہی نہیں، کیونکہ تم نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی، رفع یدین نہیں کیا تمہاری نماز خلاف سنت ہے، ہماری ہی نماز سنت کے مطابق ہے وغیرہ، اس فرقہ کے لوگ چند افراد کو چند دلائل رٹا کر چھوڑ دیتے ہیں پھر یہ افراد علم کے دھوکہ میں فتنے وانتشار کا وہ ماحول برپا کر دیتے ہیں کہ دینی مجالس اور مساجد بھی اس کے اثرات سے محفوظ نہیں رہتے، انہیں میں سے ایک مسئلہ امام کے پیچھے قرأت کرنے کا ہے، یہ لوگ عوام کے سامنے ایک حدیث بیان کرتے ہیں: کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، حالانکہ اس میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کا ذکر ہی نہیں لیکن بے چارے عوام کو کیا معلوم! پھر اس پر زیادہ زور دیتے ہیں کہ یہ بخاری کی حدیث ہے، یعنی اگر اس کے خلاف کوئی حدیث ہو بھی تو وہ ضعیف ہے، اس طرح یہ ثابت کرتے ہیں کہ امام کے پیچھے بھی سورۃ فاتحہ پڑھی جائے ورنہ نماز نہیں ہوتی، اسی مسئلہ کی تشریح اس کتابچہ میں کی گئی ہے، کہ آیا مقتدی امام کے پیچھے قرأت کرے یا نہیں؟

علمی تحقیق کا معیار اور عوام کا کام

علمی تحقیق کے لئے یہ ضروری ہے کہ مسئلہ سے متعلق تمام معلومات اکٹھا کئے جائیں اور اس کے بعد کوئی نتیجہ اخذ کیا جائے، لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ آدمی اصولِ شرع (قرآن وحدیث، اجماع وقیاس) سے واقف ہو، ظاہر ہے یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں، اس صورت میں عام آدمی کسی جاننے والے متقی شخص کی تحقیق پر اطمینان کر لے اور اس پر عمل کرے، آج کل پوری دنیا کا نظام بھی اسی پر چلتا ہے کہ آدمی صرف اپنی معلومات کے دائرے میں اظہارِ خیال کرتا ہے، دیگر علوم وفنون میں اس کے ماہرین کی بات پر اعتماد کرتا ہے، مقلدین یہ سمجھتے ہیں کہ علماءِ حق نے تحقیق کے بعد جو رائے دی ہے اس پر عمل کیا جائے، جو دلائل انہوں نے پیش کئے ہیں ان کو تسلیم کیا جائے اور اسی پر کئی سو سال سے تمام مسلمان عمل کرتے آرہے ہیں، اس لئے اب یہ کہنا کہ ان سب کی تحقیق غلط اور

چودہ سو سال سے سب نے غلط نمازیں پڑھیں ان کی نمازیں نہیں ہوئیں، اب ہم نے جو تحقیق کی ہے وہی صحیح ہے اور باقی غلط، ظاہر ہے یہ ایک نامعقول اور بے ہودہ بات ہے، کوئی ہوشمند اور صاحبِ عقل اس کو قبول نہیں کر سکتا۔

یہ بات بڑی اہم ہے کہ نماز دین کا ستون ہے، صحابۂ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر نماز پڑھی، تابعین نے صحابۂ کرام کو دیکھ کر، تبعِ تابعین نے تابعین سے علمِ دین اور نماز کے مسائل بھی سیکھا، کیا نماز کے بنیادی مسائل بھی ان بزرگوں کو معلوم نہ تھے؟ انہی تابعین اور تبع تابعین سے فقہاء کرام نے نماز کے مسائل معلوم کئے، کیا انہوں نے یہ جستجو نہیں کی کہ نماز کے صحیح ہونے کے لئے کیا ضروری ہے اور کیا ضروری نہیں، ہمارا یقین ہے کہ انہوں نے اس کا پورا حق ادا کیا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے بہت قریب تھے، ان کی تحقیق ہماری تحقیق کے مقابلے میں صحیح تھی، خاص کر نماز جیسی عبادت کے معاملہ میں۔ (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے)

زیرِ بحث مسئلہ کی قرآنی دلیل

علمِ دین کا معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ کسی بھی اختلافی مسئلہ میں سب سے پہلے قرآن سے رجوع کیا جاتا ہے، آیئے سب سے پہلے دیکھتے ہیں کہ قرآن اس سلسلہ میں کیا رہنمائی کرتا ہے، سورۃ الاعراف آیت: ۲۰۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون ترجمہ: جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے، یہ آیت فیصلہ کر دیتی ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کی جائے یا نہ کی جائے۔

اعتراض (۱): غیر مقلدین کہتے ہیں کہ یہ آیت مشرکین سے متعلق ہے کہ وہ جب قرآن پڑھا جاتا تھا تو شور وغوغا کرتے تھے اس لئے ان کو خاموش رہنے کے لئے کہا گیا۔ (تفسیر قرطبی ۷/۳۵۷) فرض کرلیں کہ یہ مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے تب بھی قرآن کا کونسا حکم ہے جس میں مشرکین کو کسی کام سے منع کیا گیا ہو اور مسلمان اس سے مستثنیٰ ہوں، مشرکین کو شرک سے منع کیا گیا تو کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہاں مخاطب مشرکین ہیں مسلمان نہیں، قرآن کا علم رکھنے والا ادنیٰ طالب علم جانتا ہے کہ کسی حکم یا آیت کا شانِ نزول اور سببِ نزول خاص بیان کیا جاتا ہے لیکن حکم عام ہوتا ہے، جس کی کئی مثالیں ہیں، مثلاً: سورۃ نور میں پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے والوں کے لئے ۸۰ کوڑے مارنے کی سزا تجویز کی گئی اور یہ آیتیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کے خصوصی واقعہ میں نازل ہوئی تھیں، تاہم جمہور علماء کا کہنا ہے یہ حکم سب کے لئے عام ہے، لعان کی

آیتیں حضرت ہلال بن امیہؓ اور ان کی بیوی کے بارے میں نازل ہوئیں کہ میاں بیوی میں سے کوئی ایک، دوسرے پر زنا کاری کا الزام لگائے اور شرعی ثبوت نہ ہو تو شرعی طریقہ کے مطابق لعان کریں، تاہم یہ حکم بھی سب مسلمانوں کے لئے عام ہے، (الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی ۱/۱۱۰، الموسوعۃ القرآنیہ ۱/۵۳)

اعتراض (۲): بعض کہتے ہیں کہ اس کا تعلق خطبۂ جمعہ سے ہے لیکن قابلِ غور بات یہ ہے کہ خطبۂ جمعہ تو مدینہ میں جاری ہوا اور یہ آیت مکی ہے، دوسرے یہ کہ خطبہ میں تو قرآن کی تلاوت کم اور نصیحتیں زیادہ ہوتی ہیں، جب اس میں خاموش رہنے کے لئے کہا گیا تو نماز میں خاموش رہنا بدرجہ اولی واجب ہوگا، جبکہ امام قرأت کر رہا ہو۔ (احکام القرآن لابن العربی ۲/۳۶۶، قرطبی ۷/۳۵۷)

یہ تو تھے اعتراضات، یہ دیکھیں کہ اس آیت کے تعلق سے صحابۂ کرامؓ محدثین اور فقہاء کیا کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تعلق سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے قرآن سیکھو (تاریخ دمشق لابن عساکر ۳۳/۶۲) انہوں نے جب لوگوں کو امام کے پیچھے قرأت کرتے دیکھا تو فرمایا کہ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم سمجھو اور عقل سے کام لو، جب قرآن کریم کی تلاوت ہو رہی ہو تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو، جیسا کہ اللہ تعالی نے اس کا حکم دیا ہے، یعنی آپؓ نے اس آیت کو نماز کے لئے قرار دیا۔ (الدرالمنثور للسیوطی ۳/۶۳۵)

رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ جن کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی کہ اے اللہ ان کو دین کی سمجھ اور قرآن کی تفسیر میں مہارت عطا فرما۔ (مسند احمد: ۲۸۸۱) وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی، ان کے علاوہ اور بھی صحابہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مغفلؓ اور حضرت مقداد بن اسودؓ بھی اس آیت کا شانِ نزول نماز کو قرار دیتے ہیں (تفسیر مظہری ۳/۴۵۰، لباب النقول ۱/۹۳) تابعین جنہوں نے صحابۂ کرامؓ سے علمِ دین حاصل کیا، حضرت مجاہدؒ، حضرت سعید بن مسیّبؒ، امام زہریؒ، حسن بصریؒ، عطا بن ابی رباحؒ، ابراہیم نخعیؒ، قتادہؒ اور شعبیؒ وغیرہ بھی اس آیت کا شانِ نزول نماز ہی کو بتلاتے ہیں (دیکھئے التفسیر المنیر ۹/۲۲۸، احکام القرآن للجصاص ۴/۲۱۵، مصنف ابن ابی شیبہ: من کرہ القرأۃ خلف الامام ج۳ حدیث: ۳۷۹۷ تا ۳۸۲۳) امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ امام اہلسنت حضرت احمد بن حنبلؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اس آیت کا شانِ نزول نماز ہے۔ (التعلیق الحسن ۱/۸۴) امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: سلفِ صالحین سے یہی مشہور ہے کہ یہ آیت نماز کے اندر قرأت کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ ۲/۲۸۸) سرخیلِ اہلحدیث علامہ

شوکانیؒ کہتے ہیں کہ سلف کی ایک جماعت نے صراحت کی ہے کہ یہ آیت نماز میں امام کی قرأت سے متعلق ہے۔ (فتح القدیر للشوکانی ۳۲۱/۲) غور کریں کہ سلفی آیا وہ ہیں جو ان اسلاف کی اتباع کرتے ہیں یا وہ جو ان کی مخالفت کرتے ہیں اور اپنے آپ کو سلفی کہتے ہیں؟!

احادیث سے استدلال

قرآن کے بعد دوسرا تشریعی ماخذ حدیث ہے، آیئے یہ معلوم کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملہ میں ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔

پہلی دلیل: وہ احادیث جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ امام کی قرأت کے وقت مقتدی خاموش رہیں؛ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا اور سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین فرمائی اور نماز کا طریقہ بتلایا اور یہ فرمایا کہ نماز پڑھنے سے قبل اپنی صفوں کو درست کرلو، پھر تم میں سے ایک تمہارا امام بنے، جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو" واذا قرأ فانصتوا" اور جب وہ ولاالضآلین کہے تو تم آمین کہو، (مسلم: باب التشہد فی الصلوۃ ۳۰۴/۱) یہ حدیث اور بھی حدیث کی کتابوں میں آئی ہے، یہ حدیث مسلم کی ہے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ضعیف ہے، صاف اور صریح ہے جو امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتی ہے، مرفوع ہے یعنی اس کا سلسلہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے، اس حدیث میں حسب ذیل نکات قابل غور ہیں

(۱) سنت کے مطابق زندگی گزارو، جس میں یہ بھی داخل ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرنا سنت ہے، جس کی تلقین حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔

(۲) جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، اس میں امام اور مقتدی دونوں کو تکبیر کہنے کا حکم دیا گیا۔

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو، اس میں صاف اور واضح طور پر بتایا گیا کہ امام کا کام قرأت کرنا اور مقتدی کا کام خاموش رہنا ہے۔

(۴) امام کے ولاالضآلین کہنے کے بعد آمین کہو، اگر مقتدی بھی قرأت کرے تو اس کی آمین یا تو امام سے پہلے ہوگی یا بعد میں یا پھر وہ آمین کا انتظار کرے گا اور یہ تمام صورتیں خلافِ سنت ہیں۔ (فصل الخطاب: ۴۶، ۴۹، ۵۰)

(۵) اس حکم میں خاص طور پر ولا الضــآلین کہنے کے بعد آمین کہنا، اس بات کو ظاہر کررہا ہے کہ سورۃ فاتحہ صرف امام پڑھے گا اور مقتدی خاموش رہیں گے۔ (مرقاۃ المفاتیح ۲/۲۷۸: باب القراۃ فی الصلاۃ)

(۶) اس روایت میں امام کی قرأت کے وقت خاموش رہنے کا حکم مطلق ہے جو جہری اور سری دونوں قرأتوں کو شامل ہے، مقتدی؛ جب جہری قرأت ہوگی تو آمین کہے گا ورنہ خاموش رہے گا۔

(۷) یہ تو ناممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے فرائض تو بیان کردیئے ہوں اور مقتدی کے فرائض ترک کردیئے ہوں، بالفاظِ دیگر مقتدی کو قرأت کرنا تو فرض تھا مگر نعوذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے برعکس اس کو خاموش رہنے کا حکم فرمایا ہو۔

(۸) حدیث میں ''واذا قال'' کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ پڑھنے والا ایک اور ''قولوا'' کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ کہنے والے بہت سے ہیں یعنی صرف امام پڑھے گا نہ کہ مقتدی۔

اعتراض: اس روایت پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ ''خاموش رہو'' کے الفاظ غیر محفوظ ہیں، کیونکہ یہ حدیث بخاری میں اس اضافہ کے بغیر ہے، جواب یہ ہے کہ:

(۱) امام مسلمؒ نے اپنے شاگرد کے دریافت کرنے پر بتایا کہ یہ اضافہ صحیح ہے۔ (مسلم: باب التشہد فی الصلاۃ ۱/۳۰۴)

(۲) ایسی کئی احادیث ہیں جن میں ایک صحابیؓ نے زیادتی ذکر کی ہے اور دوسرے صحابیؓ نے ذکر نہیں فرمایا، اس بارے میں اصولِ حدیث کا یہ ضابطہ ہے کہ ثقہ راویوں کی زیادتی قابلِ قبول ہوتی ہے (مقدمہ فتح الملہم ۱/۱۰، شرح ابی داود للعینی ۳/۱۱۸)

(۳) اس حدیث کو اس اضافہ کے ساتھ امام احمد بن حنبلؒ، علامہ ماردینیؒ، امام نسائیؒ، ابن حزمؒ، ابن جریرؒ، ابن کثیرؒ، ابن حجرؒ، ابن قدامہؒ، ابوعوانہؒ، ابن تیمیہؒ، علامہ عینیؒ، نواب صدیق حسن خانؒ نے تسلیم کیا ہے (نصب الرایۃ مع ہامش الشیخ انور شاہ ۲/۱۵، مسند احمد: حدیث ابی موسیٰ الاشعری: تحقیق شعیب الارنوؤط: ۱۹۷۲۴، الجوھر النقی ۲/۱۵۶، فتح البیان فی مقاصد القرآن: نواب صدیق خان ۵/۱۱۷)

(۴) اگر حدیث میں ''خاموش رہو'' کی زیادتی نہ بھی ہو تو بھی ''امام کے ولا الضآلین کہنے پر مقتدیوں کا

آمین کہنا'' اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ ولا الضالین تک مقتدی خاموش رہیں۔(شرح الموطا للزرقانی ۱/۳۳۰۔ باب ماجاء فی التامین خلف الامام)

(۵) صحیح مسلم ہی کی ایک اور روایت میں پڑھنے کی نسبت صاف طور پر امام کی طرف ہے ''واذا قرأ'' (مسلم ۱/۳۰۴)

(۶) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی یہی حدیث مسند احمد، صحیح ابوعوانہ، ابن ماجہ، ابوداؤد، بیہقی، دارقطنی میں بھی مروی ہے۔(مسند احمد تحقیق شعیب الارنؤوط: حدیث ابی موسیٰ اشعریؓ: ۱۹۷۲۳) بعض میں ذکر ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو یعنی اس میں قرأت کا لفظ ہے، جو سورۃ فاتحہ اور ضم سورۃ دونوں کو شامل ہے، جبکہ بعض غیر مقلدین سورۃ فاتحہ کے وقت تو خاموش رہتے ہیں اور ضم سورۃ کے وقت قرأت کرتے ہیں یعنی قرأت کا لفظ صرف سورۃ فاتحہ پر چسپاں کرتے ہیں، کیا یہی حدیث کی اتباع ہے؟

اسی مفہوم کی حدیث حضرت ابو ہریرۃؓ سے بھی مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرنے لگے تو تم خاموش رہو اور جب ولا الضآلین کہے تو آمین کہو اور جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو (ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی، مسند احمد، طحاوی، مصنف ابن ابی شیبہ؛ دیکھئے مسند احمد تحقیق شعیب الارنؤوط: مسند ابی ہریرۃؓ: ۸۸۸۹) شیخ البانی نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے (مشکوۃ: تحقیق البانی: ۸۲۷) اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پیروی کی تشریح فرمادی کہ امام کی قرأت کی پیروی یہ ہے کہ جب وہ قرأت کرے تو مقتدی خاموش رہیں۔

دوسری دلیل: وہ احادیث جن میں ذکر ہے کہ امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے؛

مختلف صحابہ سے یہ حدیث آئی ہے ''جس شخص کا کوئی امام ہو تو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے'' -من کان لہ امام فقراء ۃ الامام لہ قراء ۃ- چنانچہ حضرت جابرؓ سے ابن ماجہ، بیہقی، مصنف ابن ابی شیبہ، موطا محمد میں (دیکھئے سنن ابن ماجہ: تحقیق شعیب الانوؤط: باب اذا قرأ الامام فانصتوا: ۸۵۰) حضرت ابن عمرؓ سے بیہقی میں، حضرت ابن عباسؓ سے دارقطنی میں یہ روایت آئی ہے، اخیر والی روایت یہ اضافہ بھی ہے کہ چاہے وہ آہستہ آواز سے قرأت کرے یا اونچی آواز سے، اس مضمون کی حدیث کے تعلق سے شیخ البانیؒ نے لکھا ہے ابن تیمیہؒ نے فروع میں اس کو مضبوط قرار دیا ہے، (اصل صفۃ الصلاۃ نسخ القراءۃ وراء الامام ۱/۳۵۹، مسند احمد تحقیق شعیب الارنؤوط:

۱۴۶۴۳،نصب الرأیۃ ۲/۱۱فصل فی القرأۃ،سنن دارقطنی: باب ذکر قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام:۱۲۵۲)یہ حدیث صاف اور صریح ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خواہ سورۃ فاتحہ ہو یا ضم سورۃ،جہری نماز ہو یا سری،امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہوگی۔

تیسری دلیل: وہ احادیث جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے پیچھے قرأت کرنے والوں کو منع کیا:

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر پڑھائی تو ایک شخص آپ علیہ السلام کے پیچھے سورۃ سبح اسم ربک الاعلی پڑھنے لگا،نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: پڑھنے والا کون آدمی ہے؟ ایک شخص نے کہا میں،اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے صاف محسوس ہوا کہ تم میں سے کسی نے مجھے قرأت میں الجھا دیا قد ظننت ان بعضکم خالجنیھا ای نازعنیھا کأنہ ینزع ذلک من لسانہ ، (مسلم: باب نہی الماموم عن جھرہ بالقرأۃ:۳۹۸)(کشف المشکل من حدیث الصحیحین لابن الجوزی ۱/۴۸۰)(مسند احمد تحقیق شعیب الارنؤوط: ۱۵۹۱۴ حسن)اس حدیث میں منازعت کا لفظ بھی آیا ہے،نماز باجماعت میں قرأت امام کا حق ہے،اگر مقتدی بھی قرأت کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی نے امام کا حق چھین لیا،یہی منازعت ہے،اسی لئے بعض احادیث کے الفاظ یہ بھی ہیں:"مجھ سے قرآن چھینا جارہا ہے"(فیض الباری ۱/۲۶۷)یہ ظہر کی نماز تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابی دونوں آہستہ پڑھ رہے تھے،آہستہ پڑھنا بھی امام کو قرأت میں الجھا دیتا ہے۔(فصل الخطاب:۷۹)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ظہر کی نماز پڑھائی تو ایک صاحب (آہستہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرأت کرنے لگے،نماز پوری ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قرأت کی؟ تین دفعہ آپ علیہ السلام نے یہی سوال کیا،ایک صاحب بولے جی ہاں یارسول اللہ! میں سبح اسم ربک الاعلی پڑھ رہا تھا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (جب ہی تو) مجھے کوئی قرآن کی قرأت میں الجھا رہا تھا،(الاثار لابی یوسف باب افتتاح الصلاۃ:۱۱۲،دارقطنی: باب وجوب قرأۃ ام الکتاب:۱۲۳۵و۱۵۱۰باب صلاۃ النساء جماعۃ)یہ حدیث امام کے پیچھے قرأت کرنے سے صاف منع کر رہی ہے، اس میں یہ نکات قابل غور ہیں:

(۱) یہ ظہر کی نماز تھی،جب سری نماز میں خاموش رہنا ہے تو جہری نماز میں خاموش رہنا بدرجہ اولیٰ ہوگا۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین دفعہ پوچھنا پڑا۔

(۳) صحابہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کرنے کا عمل نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ پوری جماعت میں سے صرف ایک صحابی نے قرأت کی، وہ بھی اپنے جی میں۔

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلق قرأت کا لفظ استعمال کیا نہ کہ سورۃ فاتحہ کا، (جب کہ غیر مقلدین سورۃ فاتحہ کے وقت خاموش رہتے ہیں اور ضم سورۃ کے وقت قرأت کرتے ہیں)۔

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تین دفعہ پوچھنا یہ ثابت کررہا ہے کہ یہ عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ تھا۔

(۶) عجیب بات یہ ہے کہ جس نے قرأت کی اس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحسین نہیں فرمائی بلکہ تنبیہ کی۔ (وبعض النکات فی فیض الباری ۲/۳۴۲ ومابعدہا باب وجوب قرأۃ الامام)

ایک اور حدیث حضرت جابر بن عبداللہؓ کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک شخص قرأت کرنے لگا تو اس کے بازو والے صحابی نے اسے اشارہ سے منع کیا، جب نماز ختم ہوئی تو قرأت کرنے والے شخص نے پوچھا تم نے مجھے کیوں منع کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ گفتگو سنی تو فرمایا: جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت مقتدی کی بھی قرأت شمار کی جائے گی (ابن ماجہ: تحقیق البانی: باب اذا قرأ الامام فانصتوا: ۹۱۴ حسن) شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

چوتھی دلیل: وہ احادیث جن میں ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے سے صحابۂ کرامؓ قرأت کرنے سے رک گئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی جہری نماز میں نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ ابھی قرأت کی ہے، ایک شخص نے کہا: ہاں اے اللہ کے رسول اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہی وجہ ہے کہ میں (دل ہی دل میں) کہہ رہا ہوں کہ کیا بات ہے آج قرآن سے میں الجھ رہا ہوں، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول سے یہ ارشاد سننے کے بعد صحابۂ کرام جہری نمازوں میں اللہ کے رسول کے پیچھے قرأت کرنے سے رک گئے (ابوداؤد: تحقیق البانی: باب من کرہ القرأۃ بفاتحۃ الکتاب: ۸۲۶) یہی حدیث موطا مالک، ابن ماجہ، ترمذی، نسائی میں بھی آئی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام ابتداء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کرتے تھے،

جیسا کہ تفسیر ابن ابی حاتم میں محمد بن کعب قرظیؒ کی حدیث میں ذکر ہے کہ صحابہ کرامؓ ابتداء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تسمیہ، سورۃ فاتحہ اور ضم سورۃ سب کی قرأت کرتے تھے (ممکن ہے کہ یہ اس لئے ہوتا تھا کہ قرآن نازل ہو رہا تھا تو صحابہٗ کرام قرآن کو یاد رکھنے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے دہراتے تھے) پھر جب یہ آیت نازل ہوئی ''واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون'' تو صحابہٗ کرام قرأت کرنے سے رک گئے (تفسیر ابن ابی حاتم ۱۶۴۵/۵) پھر بھی بعض صحابہٗ کرام جن کو معلوم نہ تھا، وہ کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کر جاتے، اسی لئے احادیث میں کبھی فجر کی نماز کا، کبھی ظہر کی نماز اور کبھی عصر کی نماز کا ذکر ہے اور بعض احادیث میں سورۃ فاتحہ کی قرأت کرنے کی اجازت کا بھی ذکر ہے اس کے پڑھنے سے منازعت کا امکان کم تھا، ''بعد میں مکمل منع کر دیا گیا'' (آثار السنن: باب فی ترک القرأۃ خلف الامام فی الصلوات کلہا ۸۷/۱)

آپ نے قرآن سے اور احادیث سے دلائل ملاحظہ کئے، جو امام کے پیچھے قرأت کرنے سے صاف منع کرتے ہیں، اس کے بعد فقہ کا تیسرا ماخذ صحابہ کا عمل اور ان کے فتوے ہیں، صحابہٗ کرام کی جماعت وہ متبرک جماعت ہے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا خود راست مشاہدہ کیا، کیا ان سے بہتر کوئی اور ہو سکتا ہے؟ دیکھیں وہ امام کے پیچھے قرأت کرنے کے تعلق سے کیا کہتے ہیں:

اقوالِ صحابہ

(۱) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کیا اور فرمایا کاش! ایسے شخص کے منہ میں پتھر ہوں (موطا مالک: باب افتتاح الصلوۃ: ۱۲۶)

(۲) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور خاموش رہو۔

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے امام کے پیچھے قرأت کی وہ فطرت سے ہٹ گیا (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۱)

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی قول ہے اور عمل بھی کہ خود بھی امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے نہ جہری نمازوں اور نہ سری نمازوں میں بلکہ فرماتے ہیں کہ ایسے آدمی کا منہ مٹی سے بھر جائے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۸۰۶)

(۵) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے، میری خواہش ہے کہ اس کے منہ میں آگ کا انگارہ ہو (موطا محمد: باب افتتاح الصلوۃ: ۱۲۵ مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۲)

(۶) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن سیکھنے کے لئے کہا اور جنہوں نے قرآن کو خلافتِ ابوبکر وعثمان رضی اللہ عنہما میں جمع کیا (سیر اعلام النبلاء ۲/۴۴۱ ناشر موٴسسۃ الرسالۃ ۱۹۸۵ء) جب ان سے امام کے پیچھے قرأت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؓ نے جواب دیا کہ امام کے پیچھے کچھ بھی نہیں پڑھنا چاہئے نہ جہری نمازوں میں نہ سری نمازوں میں (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۷)

(۷) حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم بھی امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے تھے (نصب الرأیۃ ۲/۱۲، ۱۳)

ستر بدری صحابہ کا فتوی

امام شعبیؒ جو بہت بڑے تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر بدری صحابہ کو پایا وہ سب کے سب امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے تھے (روح المعانی ۵/۱۴۲ سورۃ الاعراف: ۲۰۴)

تابعین وتبع تابعین میں حضرت علقمہ، سعید بن مسیّب، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، محمد بن سیرین، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالی امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے تھے (احسن الکلام، مصنف ابن ابی شیبہ: من کرہ القرأۃ خلف الامام ۳/۲۷۹ ۳۷۹۷ تا ۳۸۲۳۔ مصنف عبدالرزاق: ۲۸۰۱ تا ۲۸۲۰)

ائمہ اربعہ کا موقف

اسلامی دنیا میں ہزار سال سے تمام مسلمان ان چاروں میں سے کسی ایک کی پیروی کرتے رہے ہیں، یعنی کسی بات پر ان ائمہ کا متفق ہونا اجماع اور اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک قرار پاتا ہے، لہذا ان کے خلاف قول شاذ کہلائے گا اور اسے ترک کر دیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام کے پیچھے قرأت نہ جہری نماز میں جائز ہے اور نہ سری نماز میں۔

المغنی میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ جہری اور سری دونوں نمازوں میں مقتدی پر قرأت واجب نہیں، ایک قول امام احمدؒ کا جہری نمازوں میں خاموش رہنے اور سری نمازوں میں قرأت کرنے کا بھی ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی جہری نمازوں میں قرأت سے منع کرتے ہیں (الفقہ الاسلامی وأدلتہ۲/۸۴۳)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی جہری نمازوں میں قرأت نہ کرنے کا ہے، عام طور سے شافعی مسلک کے تعلق سے غلط فہمی پائی جاتی ہے، کیونکہ شافعی حضرات جہری نمازوں میں بھی امام کے پیچھے قرأت کرتے ہیں لیکن امام شافعیؒ کی کتاب الام میں ہے کہ" اور ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے اور امام ایسی قرأت کر رہا ہو جو سنی نہ جاتی ہو تو مقتدی ایسی نماز میں قرأت کریں، (کتاب الام ۷/۱۷۴ ابواب الصلوۃ) یعنی سنی جانے والی نمازوں میں قرأت نہ کریں، آج کل تو لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے ہر کسی کو امام کی قرأت سنائی دیتی ہے، خواہ مقتدی کتنی ہی دور کیوں نہ ہو۔

کسی امام کے ہاں قرأت واجب نہیں

اوپر جو ائمہ کے مذاہب ذکر کئے گئے اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ شاید سری نمازوں میں قرأت کرنا واجب ہو، مگر ایسی بات نہیں، چنانچہ المغنی ابن قدامہ میں امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ اہلِ اسلام میں سے کسی کو بھی ہم نے یہ کہتے نہیں سنا کہ جس شخص نے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی ہو، جس نے قرأت کی ہے اور اس کے مقتدی نے قرأت نہیں کی ہے تو اس مقتدی کی نماز نہیں ہوئی، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یہ صحابۂ کرام، یہ تابعین اور یہ تبع تابعین ہیں، یہ امام مالک ہیں اہلِ حجاز میں، یہ سفیان ثوری ہیں اہلِ عراق میں، یہ امام اوزاعی ہیں اہلِ شام میں، یہ امام لیث ہیں اہلِ مصر میں، ان میں سے کسی نے بھی نہیں کہا کہ جس نے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جس نے قرأت کی تھی اور خود اس مقتدی نے قرأت نہیں کی تو اس مقتدی کی نماز باطل ہے (المغنی ابن قدامہ ۱/۴۰۴ مسئلۃ المأموم اذا سمع قرأۃ الامام) (فصل الخطاب: ۱۴۷)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا فتوی

وہ فرماتے ہیں امام کا بلند آواز سے پڑھنے کا مقصد یہ ہے کہ امام پڑھے اور مقتدی سنیں، اس لئے امام جہری نمازوں میں جب ولا الضآلین کہتا ہے تو مقتدی آمین کہتے ہیں اور سری نمازوں میں نہیں سنتے اس لئے وہ آمین نہیں کہتے، اگر امام بھی پڑھ رہا ہو اور مقتدی بھی پڑھ رہے ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ امام کو حکم دیا جا رہا ہے کہ تم ایسے لوگوں کو سناؤ جو سننا نہیں چاہتے اور یہ ایسے ہی ہے کہ ایسی قوم کو وعظ کہو اور خطبہ دو جو سننے کے لئے آمادہ اور تیار نہیں، ایسی بات کہنا کھلی حماقت اور بے وقوفی ہے، جسکا شریعت مطہرہ قطعاً حکم نہیں دے سکتی، کیونکہ شریعت مقدسہ

احمقانہ باتوں اور سفاہت آمیز چیزوں کا حکم نہیں دیا کرتی، وہ اس سے وراء الوریٰ اور پاک ہے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ "اس شخص کی مثال جو امام کے خطبہ دیتے وقت باتیں کر رہا ہو اور کسی سے محو گفتگو ہو، ایسی ہے جیسے گدھے پر کتابوں کا بوجھ لادا گیا ہو" ایسا ہی وہ شخص بھی ہے جو جہری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھتا ہو، یعنی جیسے گدھا کتابوں سے مستفید نہیں ہوسکتا، ایسا ہی وہ شخص جو جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے، امام کی قرأت سے نفع نہیں اٹھا سکتا (الفتاوی الکبری ابن تیمیہ ۲/۲۹۴ مسئلہ القرأۃ خلف الامام) سری نمازوں کے تعلق سے بھی شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ عمران بن حصینؓ کی روایت میں یہ دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں کو یہ حکم نہیں دیا کہ سری نمازوں میں فاتحہ یا سورۃ پڑھو، اگر ایسا ہوتا تو آپ علیہ السلام قرأت پر کبھی انکار نہ فرماتے حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار وسوال فرمایا ہے اور یہ انکار وسوال کسی خاص سورۃ کے پڑھنے پر نہیں تھا بلکہ مطلق قرأت پر تھا اسی لئے یوں فرمایا کہ کس نے قرأت کی؟ یا کون تم میں سے قاری تھا؟ اور یہ بات عادتاً معلوم ہے کہ قاری نے سبح اسم ربک یقیناً سورۃ فاتحہ کے بعد ہی پڑھی ہوگی، پس یہ دلیل ہے کہ مقتدی پر سری نمازوں میں نہ فاتحہ واجب ہے اور نہ اسکے علاوہ (مجموع الفتاوی ۲۳/۳۲۰ فصل فی اقوال العلماء فی القرأۃ خلف الامام)

علامہ انور شاہؒ کی تحقیق یہ ہے کہ: جس شخص نے سورۃ سبح اسم ربک پڑھی تھی بظاہر اس نے رکعت باندھتے ہی پڑھ لی تھی اور سورۃ فاتحہ کی قرأت نہیں کی تھی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پڑھنے پر انکار تو فرمایا مگر سورۃ فاتحہ کے پڑھنے (یا اس کے نہ پڑھنے پر نماز کے اعادہ کا) حکم نہیں فرمایا۔ (فصل الخطاب: ۷۰،۷۶، ۱۵۱)

شیخ البانی کا فتوی

شیخ البانی کی کتاب "صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم احادیث صحیحہ کی روشنی میں" غیر مقلدین کے یہاں بہت مقبول ہے ہر جگہ اس کا حوالہ دیتے ہیں، انہوں نے صاف لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کا حکم نہیں دیا، موصوف نے اس کے حوالے بھی دیئے اور یہ باب باندھا کہ "جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کرنا منسوخ ہے" (صفۃ صلوۃ النبی ۱/۹۷)

ہم نے قرآن، احادیث، فقہ، صحابہ کے فتاوی، ائمہ اربعہ کے فتاوی اور امام ابن تیمیہ اور شیخ البانی کے فتوے بھی بیان کردیئے ہیں، ان تمام میں صاف طور پر امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کیا گیا ہے، اس کے باوجود ان تمام احادیث اور فتاوی کے خلاف غیر مقلدین کہتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ پڑھنا ہر نماز میں فرض ہے، اس کی دلیل یہ

لوگ احادیث کے بجائے اپنے اجتہاد سے دیتے ہیں اور خود کو اہلحدیث کہلواتے ہیں۔

غیر مقلدین کی ایک مشہور دلیل

عوام الناس میں بتاتے ہیں کہ بخاری میں حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ، یہ روایت صحیح ضرور ہے، لیکن امام کے پیچھے قرأت کرنے پر واضح نہیں ہے، چند حقائق اس حدیث کے تعلق سے ملاحظہ ہوں:

(۱) یہ حدیث مکمل نہیں ہے، مکمل حدیث فصاعداً کے اضافہ کے ساتھ انہی حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت کی گئی ہے کہ نماز نہیں ہوتی اس شخص کی جو سورۃ فاتحہ اور اس سے زیادہ نہ پڑھا ہو (مسلم حدیث نمبر: ۳۹۴، ابو داؤد ۸۲۲، بیہقی : ۳۹۵۰، نسائی : ۹۱۱ میں) شیخ البانی نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے (صفۃ صلوۃ النبی ۱/۳۰۰) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی اس حدیث کی تائید کر رہا ہے، تواتر سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ سورۃ فاتحہ اور ضم سورۃ کے ساتھ قرأت کی ہے، تقریباً ۵۴ صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی روایت کی ہے، صرف صحاح ستہ میں ۲۱ صحابہ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ فاتحہ کے ساتھ ضم سورۃ بھی پڑھتے تھے، یعنی جیسے سورۃ فاتحہ لازم ہے ویسے ہی ضم سورۃ بھی (دیکھئے نصب الرایۃ ۱/۳۶۳ باب صفۃ الصلوۃ اور احسن الکلام فی ترک القرأۃ خلف الامام)

(۲) امام ابن قیم اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمہما اللہ نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے "قرأ یقرأ" جب بلا واسطہ متعدی ہوتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے " قرأت الکتاب یا قرأت سورۃ کذا " تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ صرف یہ کتاب یا یہ سورۃ پڑھی مزید کچھ نہیں پڑھا جیسے ایک حدیث میں آیا ہے "قرأ علیهم سورۃ الرحمن" یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو سورۃ رحمٰن پڑھ کر سنایا (الدر المنثور ۷/۶۹۰) مگر جب یہ فعل "ب" کے ساتھ استعمال ہو جیسے بعض احادیث میں آیا ہے کہ "یقرأ بالطور ، کان یقرأ فی الفجر بق والقرآن المجید" (مسلم: باب القرأۃ فی الصبح: ۴۵۸، ۴۶۳) ان احادیث میں "ب" کا اضافہ ہے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ نے سورۃ طور اور سورۃ ق تنہا نہیں بلکہ اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھا ہے یعنی سورۃ فاتحہ، زیرِ غور حدیثِ عبادہ رضی اللہ عنہ میں بھی بفاتحۃ الکتاب "ب" کے ساتھ ہے جس سے معلوم ہوا کہ صرف سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی جائیگی بلکہ اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھا جائے گا (فیض الباری ۲/۳۴۸ اور بدائع

الفوائدلابن القیم ۲/۲۶۷)

(۳) حضرت معاذ رضی اللہ تعالی عنہ کی مشہور حدیث ہے جس میں بعض صحابہ نے شکایت کی تھی کہ یہ لمبی سورتیں پڑھتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مختلف چھوٹی سورتیں پڑھنے کا حکم دیا (بخاری: باب من شکا امامہ اذا طول: ۷۰۵) لیکن یہ نہیں فرمایا کہ صرف سورۃ فاتحہ پڑھ لو، اگر صرف سورۃ فاتحہ ہی پڑھنا لازم ہوتا تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام اسی کے پڑھنے کا حکم دیتے، اس سے بھی یہی نتیجہ نکلا کہ سورۃ فاتحہ اور ضم سورۃ کا ایک ہی حکم ہے، لیکن اس کے باوجود وہ حضرات جو امام کے پیچھے مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنے کو فرض قرار دیتے ہیں وہ ضم سورۃ کے پڑھنے کو اس پر لازم نہیں کرتے، یہ فرق نا قابل فہم ہے، دلائل کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر مقتدی کے ذمہ قرأت فرض ہے تو سورۃ فاتحہ اور ضم سورۃ دونوں کی قرأت فرض ہونا چاہیے اور اگر فرض نہیں تو دونوں کی نہیں ہونا چاہئے (فیض الباری: باب وجوب القرأۃ للامام الخ ۲/۳۴۸)

(۴) بعض احادیث میں یہ اضافہ موجود ہے کہ امام کے پیچھے ہو تو سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے، چنانچہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے ناقص ہے، مگر امام کی اقتداء میں جو نماز پڑھی جائے (بیہقی: باب من قال لایقرأ خلف الامام: ۲۸۹۹، دارقطنی: باب ذکر قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام: ۱۲۴۱، موطا مالک: باب ما جاء فی ام القرآن: ۲۷۶) اسی مفہوم کی احادیث حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے (الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ ۱/۱۶۳) اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ امام اور منفرد کو سورۃ فاتحہ پڑھنا ہے، لیکن مقتدی اس سے مستثنی ہے۔

(۵) بخاری کی اس حدیث کے تعلق سے امام بخاری کے شاگرد امام ترمذی نے امام احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث منفرد کے لئے ہے (فیض الباری ۲/۳۴۵، ترمذی: باب ما جاء فی ترک القرأۃ خلف الامام: ۳۱۳) اس حدیث کو سفیان بن عیینہ نے زہری سے اور زہری نے محمود بن ربیعؒ سے اور انہوں نے عبادہ بن صامت سے روایت کیا ہے، امام ابو داؤد نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد کہا ہے کہ سفیان بن عیینہ کا قول یہ ہے کہ اس حدیث کا تعلق منفرد سے ہے نہ کہ مقتدی سے (ابو داؤد: باب من ترک القرأۃ فی صلاتہ بفاتحۃ الکتاب: ۸۲۲) اس حدیث کے دوسرے راوی امام زہریؒ کا مسلک حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ امام کے پیچھے جہری نمازوں میں قرأت کرنا درست نہیں (تفسیر ابن کثیر ۲/۵۳۷) اس حدیث کے تیسرے راوی محمود بن ربیعؒ نے حضرت عبادہؓ بن

صامت کے بازو میں نماز ادا کی حضرت عبادہؓ نے سورۃ فاتحہ پڑھی اور محمود بن ربیعؒ نے نہیں پڑھی، محمود بن ربیعؒ نے حضرت عبادہؓ سے پوچھا کیا آپ نے سورۃ فاتحہ پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! کیونکہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۹۱) اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ محمود بن ربیعؒ کو حضرت عبادہ بن صامتؓ کا امام کے پیچھے قرأت کرنا عجیب معلوم ہوا، یعنی صحابہ کرام کے درمیان یہ عمل موجود نہ تھا، دوسرا اہم نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ نے حضرت محمود بن ربیعؒ کو یہ حکم نہیں دیا کہ چونکہ تم نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی ہے اس لئے تمہاری نماز نہیں ہوئی لہذا اپنی نماز کو دہراؤ، معلوم ہوا کہ اس حدیث کے اہم راوی حضرت عبادہ بن صامتؓ اگر چہ خود سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے مگر اس کو واجب یا فرض نہیں سمجھتے تھے۔

ان تمام تشریحات کے برخلاف اس حدیث سے غیر مقلدین، محدثین وفقہاء کی خلاف ورزی کر کے اپنے اجتہاد سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، خواہ اکیلے ہو یا امام کے پیچھے، جبکہ خود ان کے ایک اہم پیشوا علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری بھی کہتے ہیں کہ امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ، عبداللہ بن مبارکؒ کی طرح امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے وجوب کے قائل نہ تھے، (تحفۃ الاحوذی ۲/۲۰۳ ناشر دار الکتب العلمیہ)۔فصل الخطاب: ۱۴۰۔ میں علامہ ابن تیمیہؒ کا فیصلہ لکھا گیا کہ زیر بحث مسئلہ میں نزاع تو طرفین سے ہے لیکن جو لوگ امام کے پیچھے (جہری نمازوں میں) قرأت سے منع کرتے ہیں وہ جمہورِ سلف وخلف ہے اور ان کے ہاتھ میں کتاب اللہ اور سنتِ صحیحہ ہے اور جو لوگ امام کے پیچھے مقتدی کے لئے قرأت کو واجب قرار دیتے ہیں ان کی حدیث کو ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے نیز فرمایا: خاص طور پر جہری نمازوں میں مقتدی پر سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کو واجب کہنا شاذ ہے حتی کہ امام احمدؒ نے اس کے مخالف نقطۂ نظر پر (جہری میں سورۃ فاتحہ کے واجب نہ ہونے پر) اجماع نقل کیا ہے (فصل الخطاب: ۷) علامہ موصوف نے ببانگِ دہل جہری نمازوں میں قرأت خلف الامام کو بے دلیل اور کتاب وسنت اور تعاملِ صحابہؓ کے بالکل برخلاف قرار دیا ہے (فصل الخطاب: ۱۴۱) ادھر غیر مقلدین کے مذہب کی بنیاد ہی چونکہ شاذ اقوال ہوتے ہیں، تاکہ اس کے سہارے امت میں اختلاف پیدا کیا جائے اور سلفِ صالحین سے ان کو برگشتہ کیا جائے، اسلئے یہ بے چارے اپنے طرزِ کلام اور اندازِ استدلال سے یہ تأثر دینا چاہتے ہیں کہ نعوذ باللہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ اربعہ، فقہاء ومحدثین نے احادیث کا مطلب غلط سمجھا اور چودہ سو سال بعد ان لوگوں نے صاف اور صریح احادیث کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے اجتہاد سے بالکل صحیح سمجھا ہے۔

سرکار کی آخری نماز سے فیصلہ

اختلاف کی صورت میں سب سے بہترین فیصلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لئے کہا، بعدازاں نماز شروع ہونے کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف میں کچھ افاقہ ہوا تو آپ علیہ السلام دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں اس حال میں تشریف لائے کہ پاؤں مبارک سے زمین پر لکیریں پڑ رہی تھیں، آپ علیہ السلام حضرت ابوبکرؓ کی دائیں جانب بیٹھ گئے اور اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ علیہ السلام کی اقتداء کر رہے تھے اور صحابۂ کرام، حضرت ابوبکرؓ کی، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت اسی جگہ سے شروع فرمائی، جس جگہ حضرت ابوبکرؓ پہنچے تھے (ابن ماجہ: باب ماجاء فی صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ: ۱۲۳۵) بیہقی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی اس جگہ سے پڑھنا شروع کیا، جہاں تک حضرت ابوبکرؓ قرأت فرما چکے تھے (باب ماجاء فی صلوۃ المأموم قائماً: ۵۰۷۸) یہ حدیث صحیح ہے، اس کے سب راوی ثقہ ثبت اور حجت ہے، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یا تو پوری سورۃ فاتحہ رہ گئی تھی یا اس کا اکثر حصہ رہ گیا تھا اس لئے کہ: (۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم شدید بیمار تھے (۲) دو آدمیوں کے سہارے آہستہ آہستہ مسجد نبوی میں رونق افروز ہوئے (۳) حضرت ابوبکرؓ قرأت شروع کر چکے تھے (۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے قرأت کی جہاں تک حضرت ابوبکرؓ پہنچ چکے تھے، بات بالکل واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری سورۃ فاتحہ یا اسکا کچھ حصہ ضرور چھوٹ گیا تھا (فیض الباری: ذکر عدد صلواتہ علیہ السلام فی مرض موتہ ۱/۳۹۸) کیا غیر مقلدین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پر کوئی حکم لگا سکتے ہیں کہ ہوئی یا نہیں؟ (استغفر اللہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس آخری نماز کے بعد تو اب اس بات کی گنجائش نہیں رہی کہ غیر مقلدین اپنے اجتہاد کو صحیح احادیث کے مقابلے میں فوقیت دیں اور تمام لوگوں کی نمازوں کو باطل قرار دیں، ان کے اس اجتہاد سے ان کے ہی کئی فرقے اور مختلف نظریات بن گئے ہیں، (۱) ان میں سے بعض تو کہتے ہیں جس کی سورۃ فاتحہ چھوٹ گئی اس کی وہ رکعت شمار نہیں (۲) جو شخص رکوع میں آ کر شامل ہوتا ہے تو ان میں سے بعض کہتے ہیں اس کو وہ رکعت ملی اور بعض کہتے ہیں نہیں ملی، حالانکہ اجماعِ امت ہے کہ جس نے رکوع پا لیا اس نے رکعت پا لی (فصل الخطاب :۱۲۵)، غیر مقلدین کی عجیب صورت حال یہ ہے کہ جب امام سورۃ فاتحہ کی قرأت کرتا ہے تو خاموش رہتے ہیں

(کیونکہ قرآن کا سننا واجب ہے) لیکن جیسے ہی امام ضم سورۃ شروع کرتا ہے تو یہ حضرات سورۃ فاتحہ پڑھنا شروع کر دیتے ہیں یعنی سورۃ فاتحہ کو تو قرآن میں شامل سمجھتے ہیں اور باقی ۱۱۳ سورتوں کو قرآن سے عملاً خارج کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے اجتہاد سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے جو قرآن وحدیث، صحابہ، فقہاء ومحدثین کے خلاف ہو۔

محاکمہ یا نتیجہ

آپ نے قرآن کا حکم پڑھا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے، وہ احادیث مطالعہ کیں، جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کی قرأت کے وقت مقتدی کو خاموش رہنے کے لئے فرمایا، وہ احادیث بھی دیکھیں جن میں ذکر ہے کہ امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے، وہ احادیث بھی ملاحظہ کیں، جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے پیچھے قرأت کرنے والوں کی تحسین نہیں فرمائی بلکہ منع کیا، ایسی احادیث بھی آپ کی نظر سے گزریں جن میں ذکر ہے کہ آپ علیہ السلام کے منع کرنے پر صحابہؓ کرام، امام کے پیچھے قرأت کرنے سے رک گئے، صحابہ وتابعین وتبعِ تابعین اور محدثین وفقہاء کے اقوال وفتاوی بھی دیکھے، یہاں تک کہ غیر مقلد علماء کے اقوال اور فتاوی کا بھی جائزہ لیا، ان سب کے مقابلہ میں غیر مقلدین ایک نامکمل حدیث پر اپنی طرف سے قیاس کر کے یہ کہتے ہیں کہ اس میں مقتدی بھی شامل ہیں، انصاف سے خود فیصلہ کریں کہ قیاس کو حدیث پر فوقیت دینے والے کون ہیں؟ مقلدین یا غیر مقلدین؟!

وما علینا الا البلاغ

تعارف

فقہ حنفی کے مطابق

طہارت ونماز کے مسائل

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

باہتمام

جناب محمد حبیب الدین صاحب

سابق لکچرار جامعۃ الملک عبدالعزیز جدہ

حال فیکلٹی نیویارک انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی

میری نگرانی میں مولانا (مفتی محمد مکرم محی الدین حسامی قاسمی) نے بہت سلیقہ سے یہ کام کیا ہے مسائل کونصوص سے مدلل کیا ہے، حوالہ جات کا غیر معمولی اہتمام ہے، حدیث کی صحت و سقم اوراس کے درجے کو بیان کیا ہے، مسائل میں پائے جانے والے اختلافات کی نشاندہی بھی کی ہے، زبان عام فہم اورشستہ ہے، یہ کتاب اس لائق ہے کہ ہرعالم کے پاس ہو، ائمہ مساجد بھی اس سے فائدہ اٹھائیں، اللہ تعالی اس کتاب کومقبولیت سے نوازے۔آمین

حضرت مولانا مفتی محمد جمال الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

(صدر مفتی جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد)

ملنے کے پتے

جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد شیورام پلی — فون:040-24016479

مفتی محمد مکرم محی الدین حسامی قاسمی مغلپورہ — فون:9704095041

ہدی بک ڈسٹری بیوٹرس پرانی حویلی — فون:040-24514892